JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, January – Jun 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

عہدِ نبوی میں انفرادی تنازعات کا حل: سیرت طیبہ کی روشنی میں

Resolving the individual disputes in the era of Prophet (PBUH): In the light of Prophetic Seerah

Usman Abbas*

Ph. D scholar, University of Engineering & Technology, Lahore

Dr Attiq Ur Rehman**

Associate Proferssor, University of Engineering & Technology, Lahore

ABSTRACT

Conflicts occur because human beings differ in temperament, beliefs, civilizations and nations. Even in the time of the Holy Prophetﷺ, there were differences among the followers of Prophet (صحابہ). The Holy Prophetﷺ has used various methods to resolve these differences and disputes. He used to resolve disputes by implementing Hudoodullah properly. Sometimes he would end the conflict by eliminating the habits of ignorance. Ever issued new rules for resolving disputes. Sometimes they would order to do well to each other in order to resolve the dispute. Mentioning the kindness of a good friend will resolve the dispute. Sometimes he used to say hard to resolve disputes. Sometimes he would issue a tolerance order to end the dispute. He used to involve the society in resolving disputes. The aim was to make the society peaceful and ideal.

Keywords: *Prophetﷺ, Followers of Prophet (صحابہ), Conflict, Solution, Society, Quran and Hadith.*

تمہید

انسان زندگی بسر کرتے ہوئے نظام زندگی کے زاویوں کو کئی اعتبار سے جانچتا ہے، نظام زندگی کے زاویے ہر انسان کے مزاج، معاشرہ، مذہب، ترجیحات اور تعلیمات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے انسانوں کے مابین اختلاف اور تنازع ہو جانا کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے۔ لیکن اصل کام اس تنازع یا اختلاف کو مصلحانہ انداز میں سمیٹنا ہوتا ہے تا کہ وہ لفظی اختلاف یا تنازع آگے بڑھ کر ذاتی دشمنی اور عناد کی صورت اختیار نہ کرلے۔ اس بیان کردہ صورت حال کو ہم نے اس نبوی معاشرہ اور تعلیمات کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں یا زندگی میں صحابہ کرام کے مابین

CC BY

تنازعات واختلافات کو کس کس انداز اور طریقوں سے نبی کریم ﷺ نے حل کروایا ہے اس کے حوالہ سے چند اہم مثالیں اور ان سے ماخوذ اسباق و تاثرات بھی ذکر کریں گے لیکن اس موضوع کو بیان کرنے سے قبل چند بنیادی باتوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

دوران اختلاف کا کام

ہمیں عمومی طور پر قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا کہ اگر مسلمانوں یا مومنوں کے دو گروہ آپس میں اختلاف کر لیں اور ان کے مابین تنازع ہو جائے تو ان کے درمیان اصلاح لازمی ہے اور پھر ساتھ یہ بھی راہ نمائی فرمادی کہ اگر ایک گروہ اصلاح احوال و قلب پر آمادگی کا اظہار نہ کرے وان سے لڑائی کر کے اس کو صلح پر آمادہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَـٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔[1]

ان آیات میں اللہ رب العز تنازع اور اختلاف کی صورت میں اصلاح احوال و قلب کروانے کا خصوصی حکم صادر فرمایا ہے اور اس پر آمادگی نہ کرنے والے گروہ پر سختی کا حکم بھی دیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے مسلمانوں اور مومنین کے درمیان پیار، محبت، مودت اور اخوت لازمی ہے ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے یہ راہ نمائی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ترجمہ: (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے[2] اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ساتھ یہ حکم بھی جاری فرمایا ہے کہ اپنے مومن اور مسلمان بھائیوں کے درمیان تنازع اور اختلاف کی صورت میں صلح لازمی کروا دیا کرو تاکہ تم رحمت الہیٰ کے حق دار بن کر پر سکون اور اطمینان بخش زندگی بسر کر سکو۔

اختلاف کی حیثیت

مسلمانوں میں اختلاف اور تنازع اچھی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے کئی قسم کے نقصانات ہوتے ہیں جس میں اطمینان و سکون کی کمی، دلی محبتوں کا خاتمہ وغیرہ کے علاوہ سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اغیار اور دشمنانان اسلام کے سامنے عزت اور وقار میں کمی واقع ہوتی ہے جس سے مسلمانوں کی جمیعت کو ٹھیس پہنچتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

الصّٰبِرِیْنَ ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالٰی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے[۳]

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بعد آپس کے اختلافات اور تنازعات کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس سے تمہاری عزت و اقبال میں کمی واقع ہو گی لہذا اس سے خصوصی طور پر ممانعت کا حکم جاری فرمایا ہے۔

تنازعات میں فیصلہ کن ذات

اختلافات اور تنازعات کی صورت میں فیصلہ کن ذات اللہ تعالٰی اور نبی کریم ﷺ کو ماننا ہے کیوں اسی میں ایک مسلمان و مومن کے ایمان کے کامل ہونے کی نشانی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالٰی کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالٰی کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالٰی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبارِ انجام کے بہت اچھا ہے۔[۴]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالٰی نے اس بات کو صریحاً بیان فرمایا ہے کہ تمہارے باہمی اختلافات اور تنازعات میں فیصلہ کن ذات میری اور میرے رسول ﷺ کی ہے کیوں کہ اس سے تمہارے ایمان کی پختگی اور یقین کے بارے معلوم ہوتا ہے اور اسی میں نجات رکھی گئی ہے لہذا ہمیں اپنے اختلافات و تنازعات میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

تنازعات کے حل میں ذاتی ہٹ دھرمی

اختلافات و تنازعات کے حل ہونے کے بعد، مصلحین کا صلح کے لیے کردار نبھانے کے بعد اور تمام معاملات حل ہونے کا علم ہونے کے بعد اپنی ضد اور انا کی بناء پر اس فیصلہ کن مرحلہ کو تسلیم نہ کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے جیسا کہ فرمان باری تعالٰی ہے: وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ۔ ترجمہ: ان لوگوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی اختلاف کیا اور وہ بھی باہمی ضد بحث سے اور اگر آپ کے رب کی بات ایک وقت مقرر تک کے لئے پہلے ہی سے قرار پا گئی نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے الجھن والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔[۵]

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے اختلاف کو علم آنے کے بعد ضد اور انا کی بناء پر بات کو تسلیم نہ کرنے پر وعید فرمائی ہے لہذا ہمیں اپنے تنازعات اور اختلافات کے حل ہونے میں کردار ادا کرنا چاہے نہ کہ اپنی ضد اور انا کی بناء پر کسی بات کو تسلیم نہ کرنا اچھی روش نہیں ہے۔ مذکورہ موضوع

سے متعلقہ ضروری اور ابتدائی باتیں ذکر کرنے کے بعد اب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تنازعات کے حل میں نبی کریم ﷺ کے انتہائی پر تاثیر کردار کے حوالے سے چند اہم امثلہ ذکر کریں گے۔

قرض کی ادائیگی کا فیصلہ

یہ تنازع مسجد نبوی میں ہوا جس میں فریقین کی آوازیں باہم تنازع کی بناء پر بلند ہو گئیں جسے سن کر نبی کریم ﷺ خاموش تشریف فرما نہیں رہے بلکہ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان کو جلدی سے بلایا اور ان کے درمیان انتہائی خوش اسلوبی سے معاملہ حل کروایا اور فریقین کو راضی کیا کہ وہ اس طرح اپنا معاملہ حل کر لیں جس کی وضاحت ذیل میں پیش خدمت ہے:

عَنْ كَعْبٍ ، أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ ، فَنَادَى يَا كَعْبُ ، قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ ، قَالَ : لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : قُمْ فَاقْضِهِ

ترجمہ: سیدنا کعب بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مسجد نبوی میں عبد اللہ ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور دونوں کی گفتگو بلند آوازوں سے ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔ آپ پردہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا۔ کعب، کعب (رضی اللہ عنہ) بولے، جی یارسول اللہ! (حکم) فرمائیے کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دو۔ آپ کا اشارہ تھا کہ آدھا کم کر دیں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! میں نے (بخوشی) ایسا کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا، اچھا اب اٹھو اور اس کا قرض ادا کرو۔ (جو آدھا معاف کر دیا گیا ہے)[6]

اس حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے قرض کی ادائیگی میں تنازعہ کو اس طرح خوش اسلوبی اور ذمہ داری سے حل فرمایا کہ قرض لینے والے سے کہا کہ تم آدھا قرض معاف کر دو اور جس نے قرض واپس کرنا تھا اس کو حکم دیا کہ اب باقی قرض فوری ادا کرو۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے فریقین کے درمیان بطریق احسن معاملہ حل فرما دیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین حل تنازعہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین کسی معاملہ پر تنازعہ اور بحث ہو جاتی ہے لیکن دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاتے ہیں اور اپنے معاملہ پر پریشانی کا اظہار کرنے لگے نبی کریم ﷺ نے ان کے تنازعہ کو اس انداز میں حل فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے دوست کو میرے لیے چھوڑ دو چنانچہ اس طرح تنازعہ حل ہو گیا جس کی وضاحت ذیل میں پیش کی

جا رہی ہے۔ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا:كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ ، فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ، فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا، فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ ، فَلَمْ يَفْعَلْ، حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا صَاحِبُكُمْ هَذَا فَقَدْ غَامَر، قَالَ : وَنَدِمَ عُمَرُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ، فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَبَرَ، قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : وَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ، يَقُولُ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ إِنِّي قُلْتُ: يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، فَقُلْتُمْ : كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتَ، قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ غَامَرَ: سَبَقَ بِالْخَيْرِ ترجمہ:ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ بحث سی ہو گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر غصہ ہو گئے اور ان کے پاس سے آنے لگے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے، معافی مانگتے ہوئے۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف نہیں کیا اور (گھر پہنچ کر) اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اب ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ صاحب (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) لڑ آئے ہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے طرز عمل پر نادم ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور سلام کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ بہت ناراض ہوئے۔ ادھر ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار یہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! واقعی میری ہی زیادتی تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم لوگ میرے ساتھی کو مجھ سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ جب میں نے کہا تھا کہ اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں، تم سب کی طرف[۷]، تو تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اس وقت ابو بکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں۔ ابو عبداللہ نے کہا غامر کے معنی حدیث میں یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھلائی میں سبقت کی ہے[۸]

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے دو پیارے صحابہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین تنازعہ اور اختلاف کو نہایت عمدہ اسلوب سے حل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمایا کہ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب میری تکذیب کر رہے تھے لہذا میرے رفیق اور دوست کو میرے لیے چھوڑ دو کیا تم اس کو مجھ سے جدا کرنا چاہتے ہو اس طرح نبی کریم ﷺ نے تنازعہ کو حل کروا کر باہمی محبت و مودت کی راہ ہموار فرمائی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری کے تنازعہ کا حل

مدینہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے مابین زمین کو پانی لگانے کے معاملہ پر تنازعہ ہوا جس کا حل نبی کریم ﷺ نے فرماتے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حکم صادر فرمایا کہ اپنے کھیت کو مناسب مقدار میں پانی لگا کر اپنے انصاری بھائی کے لیے چھوڑ دیا کرو لیکن اس فیصلہ پر انصاری نے اعتراض کیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنا کھیت مکمل پانی سے بھر کر آگے چھوڑا کرو جس کی وضاحت درج ذیل حدیث میں موجود ہے:عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : سَرِّحْ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: أَسْقِ يَا زُبَيْرُ ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ ، فَقَالَ : أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسْ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کے نالے میں جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے، اپنے جھگڑے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری زبیر سے کہنے لگا پانی کو آگے جانے دو، لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لے پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لیے جلدی جانے دے۔ اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا، ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر! تم سیراب کر لو، پھر پانی کو اتنی دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت (فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم) اسی باب میں نازل ہوئی ہے "ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں" آخر تک [10]

اس حدیث مبارکہ کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک انصاری کے مابین مناسب انداز اور اسلوب کے مطابق فیصلہ فرما دیا لیکن اس نے اس پر اعتراض کیا جس پر نبی کریم ﷺ نے سخت فیصلہ صادر فرمایا تا کہ اس کو نبی کریم ﷺ کی فیصلہ کن ذات کی حیثیت اور مقام و مرتبہ کا علم ہو سکے چنانچہ اس طریقہ سے بھی نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے مابین تنازعہ کو حل کرنے کا بہترین اور اہم طریقہ اختیار کیا ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ کے مابین تنازعہ کا حل

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص حالت کفر میں فوت ہو گیا لیکن قبل از وفات اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کہا کہ زمعہ کی لونڈی کے ہاں ہونے والا لڑکا میرا ہے اس کو لے لینا اسی وجہ سے حضرت سعد نے فتح مکہ کے موقعہ پر اس لڑکے کو کے لیا تو عبد بن زمعہ نے اس کو واپس اٹھا لیا اور یہ تنازعہ کیا کہ یہ زمعہ کا بیٹا ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے اس تنازعہ کو حل کرنے کے لیے اصولی فیصلہ فرمایا کہ بچہ اسی کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہو گا اور گناہ کرنے والے کو سنگسار کیا جائے گا جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي ، فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ، أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَقَالَ ابْنُ أَخِي: قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ: أَخِي، وَ ابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ : أَخِي، وَ ابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ .

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لینا۔ انہوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے اسے لے لیا، اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں، لیکن عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کیا، یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا، بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پتھروں کی سزا ہے۔ پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی شباہت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا"

اس حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کے مابین تنازعہ کو بڑے اہم اور عمدہ اصول کے تحت حل فرما دیا جس سے یہ اصول وضابطہ طے ہو گیا کہ بچہ صاحب بستر کا ہو گا اور گناہ کرنے والے کے لیے پتھر ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فیصلہ سے تنازعہ حل ہونے کے ساتھ اہم راہ نمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔

دو لوگوں کا حد زنا پر تنازعہ

نبی کریم ﷺ کے پاس دولوگوں نے حد زنا کے ثبوت اور ان کے جاری ہونے پر تنازعہ کیا اور پھر فیصلہ کروانے کے لیے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دونوں نے عرض کی کہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کیا جائے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق جاری فرماتے ہوئے مرد کو کنوارہ ہونے کی بناء پر سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا کا حکم جاری فرمایا اور عورت کو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے رجم (سنگسار) کرنے کا حکم صادر فرمایا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، أنهما أخبراه، أن رجلين اختصما إلى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا : اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا، أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ: تَكَلَّمْ ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، قَالَ مَالِكٌ، وَالْعَسِيفُ: الْأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَ إِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا، وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا .

ترجمہ: سیدنا ابوھریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمی اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں اور دوسرے نے جو زیادہ سمجھدار تھے کہا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجئیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو، انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا ان صاحب کے یہاں مزدور تھا۔ مالک نے بیان کیا کہ (عسیف) مزدور کو کہتے ہیں اور اس نے ان کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے فدیہ میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی پھر جب میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کے لیے ملک بدر کرنا ہے۔ رجم تو صرف اس عورت کو کیا جائے گا اس لیے کہ وہ شادی شدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس ہیں پھر ان کے بیٹے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا اور انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس مذکورہ عورت کے پاس جائیں اگر وہ اقرار کرلے تو اسے رجم کر دیں چنانچہ اس نے اقرار کیا اور وہ رجم کر دی گئی[۱۲]

اس حدیث کے تناظر میں دولوگوں کے مابین تنازعہ اور غلط سزا لاگو ہونے پر اس کی واپسی کرنے کے بعد کتاب اللہ کے مطابق ان کی سزاؤں کا فیصلہ فرما کر اس فیصلہ کو باقاعدہ جاری فرمانے کے احکامات جاری فرمائے جس کی بناء پر مرد زانی کو کنوارہ ہونے کی وجہ سے سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی اور عورت زانیہ کو شادی شدہ ہونے کی بناء پر رجم کروایا گیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تنازعات کے حل کے لیے نبی کریم ﷺ نے شرعی حدود کا نفاذ کیا جس کی بناء پر لوگوں کے مابین موجودہ تنازعہ بھی اچھے طریقہ سے حل ہو گیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ تلخ کلامی کی وجہ سے اپنے ساتھی کو اس کی ماں کی بناء پر عار اور غیرت دلائی کیوں کہ اس کی ماں عجمی النسل تھی اس کو یہ بات ناگوار لگی جس پر اس نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت پیش کی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں جاہلیت کی عادت موجود ہے جس کی توضیح و تشریح درج ذیل ہے۔

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مَرَرْنَا بِأَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، فَقُلْنَا: يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ جَمَعْتَ بَيْنَهُمَا كَانَتْ حُلَّةً، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنْ إِخْوَانِي كَلَامٌ، وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ سَبَّ الرِّجَالَ سَبُّوا أَبَاهُ وَأُمَّهُ، قَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، هُمْ إِخْوَانُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ

ترجمہ: اعمش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں معرور بن سوید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم ربذہ (کے مقام) میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاں سے گزرے، ان (کے جسم) پر ایک چادر تھی اور ان کے غلام (کے جسم) پر بھی ویسی ہی چادر تھی۔ تو ہم نے کہا: ابوذر! اگر آپ ان دونوں (چادروں) کو اکٹھا کر لیتے تو یہ ایک حلہ بن جاتا۔ انہوں نے کہا: میرے اور میرے کسی (مسلمان) بھائی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کر دی، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ نے فرمایا: ابوذر! تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں جاہلیت (کی عادت موجود) ہے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! جو دوسروں کو برا بھلا کہتا ہے وہ اس کے ماں اور باپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ابوذر! تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت ہے، وہ (چاہے کنیز زادے ہوں یا غلام زادے) تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تم انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان پر ایسے کام کی ذمہ داری نہ ڈالو جو ان کے بس سے باہر ہو، اگر ان پر (مشکل کام کی) ذمہ داری ڈالو تو ان کی اعانت کرو [13]"

اس حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھی اور دوست کے بارے میں عجمی ہونے کی وجہ سے عار دلانے پر اظہار ناراضگی فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ تم میں جاہلیت کی عار دلانے کی عادت موجود ہے بلکہ یہ سب تمہارے بھائی ہیں اس طرح نبی کریم ﷺ نے فریقین کے مابین تنازعہ کو حل فرمادیا۔

ہمسایہ کو تنگ کرنے کا واقعہ

مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص اپنا مسئلہ پیش کرنے آیا کہ میرے ہمسایہ مجھے تنگ کرتا ہے جس پر نبی کریم ﷺ ن اس کو دو مرتبہ صبر کرنے کا حکم دیا پھر دوبارہ معاملہ پیش آنے پر ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اپنا سامان باہر بازار میں رکھ دو تا کہ ہر گزرنے اور آنے جانے والا اس کو شرم دلوا سکے اور وہ تجھے تنگ کرنے سے باز آجائے چنانچہ اس طریقہ سے نبی کریم ﷺ نے اس کا تنازعہ حل کر دیا جس کی وضاحت ذیل میں پیش خدمت ہے:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاصْبِرْ، فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ، فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ فَعَلَ اللَّهُ بِهِ وَفَعَلَ وَفَعَلَ فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ، فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرَى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ .

ترجمہ: سیدنا ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اپنے پڑوسی کی شکایت کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: جاؤ صبر کرو پھر وہ آپ کے پاس دوسری یا تیسری دفعہ آیا، تو آپ نے فرمایا: جاؤ اپنا سامان نکال کر راستے میں ڈھیر کر دو تو اس نے اپنا سامان نکال کر راستہ میں ڈال دیا، لوگ اس سے وجہ پوچھنے لگے اور وہ پڑوسی کے متعلق لوگوں کو بتانے لگا، لوگ (سن کر) اس پر لعنت کرنے اور اسے بد دعا دینے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا کرے، ایسا کرے، اس پر اس کا پڑوسی آیا اور کہنے لگا: اب آپ (گھر میں) واپس آجائے آئندہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہو"[14]

اس حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے دو ہمسایوں کے مابین تنازعہ کو بہترین اسلوب اور طریقہ سے حل فرمانے کے لیے اس کو یہ مشورہ دیا کہ اپنا سامان بازار میں رکھ دو جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہر راہ گزر کے پوچھنے پر سب اس کو برا بھلا کہیں گے جس پر اس کو شرمساری ہو گی اور پھر اس حکمت بھرے فیصلہ کے ذریعے اس کا یہ معاملہ حل ہو گیا کہ اسی ہمسایہ نے اس سے درخواست کر کے اس کا سامان اندر رکھوایا اور اس معاملہ پر معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہ ہو گا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس حکمت بھرے فیصلہ سے ان کے مابین تنازعہ بہترین اسلوب اور طریقہ سے حل ہو گیا ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا واقعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے احادیث میں یہ وقاعہ موجد ہے کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کو یہ عادت لاحق تھی کہ وہ لوگوں کے باغات اور کھیتوں سے چارہ کھایا کرتی تھی اس مسئلہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے ذکر کیا گیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دن کے اوقات میں مال والوں کو اپنے مال کی حفاظت کرنی چاہیے جب کہ رات کے اوقات میں جانور کے مالک کو مال والے کا نقصان ادا کرنا ہو گا گویا اس طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک تنازع کا فیصلہ فرمادیا جس کی تفصیل درج ذیل حدیث مبارکہ میں موجود ہے:

أَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ كَانَتْ ضَارِيَةً دَخَلَتْ فِي حَائِطِ قَوْمٍ فَأَفْسَدَتْ فِيهِ فَكُلِّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقَضَى أَنَّ حِفْظَ الْأَمْوَالِ عَلَى أَهْلِهَا بِالنَّهَارِ، وَعَلَى أَهْلِ الْمَوَاشِي مَا أَصَابَتْ مَوَاشِيهِمْ بِاللَّيْلِ .

ترجمہ: براء رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی کو لوگوں کا کھیت چرنے کی عادی تھی، وہ لوگوں کے باغ میں چلی گئی، اور اسے نقصان پہنچا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ دن کو اپنے مال کی حفاظت کی ذمہ داری مال والوں کی ہے، اور رات کو جانور جو نقصان پہنچا جائیں اسے جانوروں کے مالکوں کو دینا ہو گا [۱۵]

اس حدیث اور واقعہ سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دور کا ایک تنازع تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دو حصوں منقسم کر کے فیصلہ فرما دیا اور اس پیدا شدہ نزاع اور اختلاف کو ختم فرما دیا۔

شفعہ کی وضاحت

دین اسلام میں شفعہ ایک اہم مسئلہ اور اصطلاح ہے درحقیقت یہ ہمسایہ کو حق خریداری میں اولیت دینا ہے، اس مسئلہ کی وضاحت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کے درمیان پیش آمدہ نزاع اور اختلاف کا ختم کرنے کے لیے بڑی اہم بات ذکر فرمائی ہے کہ جس زمین فروخت کر کے خریداروں میں تقسیم کر دی جائے اور پھر اس کی حدود اربعہ بھی متعین ہو جائے تو اس کے بعد کسی کو شفع کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ حدود اربعہ متعین ہونے سے قبل شفعہ کا حق موجود ہوتا ہے جس کی وضاحت درج ذیل حدیث مبارکہ میں موجود ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُسِّمَتِ الْأَرْضُ وَحُدَّتْ فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا** ترجمہ: سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمین تقسیم کی جا چکی ہو اور ہر ایک کی حد بندی کر دی گئی ہو تو پھر اس میں شفعہ نہیں رہا۔[۱۶]

اس حدیث مبارکہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں میں پیش آمدہ نزاع کو ختم کرنے کے لیے دین اسلام میں ہمسایہ کو حاصل ایک اہم حق کا فیصلہ فرمایا ہے کہ زمین کی تقسیم اور حد بندی ہونے کے بعد کسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہو گا بلکہ اس سے قبل حاصل ہو گا اس اہم فیصلہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کے مابین پیش آمدہ تنازع اور اختلاف کو دور کر دیا ہے۔

ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے دانت گرنا

دین اسلام میں دیت کا طریقہ اور مقدار مقرر ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک تنازع پیش کیا جاتا ہے کہ دو لوگوں کا آپس میں جھگڑا ہوتا ہے جس میں ایک شخص دوسرے کا ہاتھ اپنے منہ میں ڈال کر دانتوں سے کاٹ دیتا ہے جس کے جواب میں وہ شخص اپنا ہاتھ چھڑوانے کے لیے کھینچتا ہے تو اس شخص کے سامنے والے ایک یا دو دانت گر جاتے ہیں اب وہ اس سے ان دانتوں کی دیت کا تقاضا کرتا ہے اس طرح ان کے درمیان یہ تنازع شدت اختیار کرتا ہے تو فیصلہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس پر کوئی دیت نہیں ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے درمیان نزاع اور اختلاف کو حل فرما دیا جس کی وضاحت درج ذیل حدیث میں موجود ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَاتَلَ يَعْلَى بْنُ مُنْيَةَ أَوِ ابْنُ أُمَيَّةَ رَجُلًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ، فَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ- وقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: ثَنِيَّتَيْهِ - فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَيَعَضُّ أَحَدُكُمْ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ؟ لَا دِيَةَ لَهُ۔ ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: یعلیٰ بن مُنیہ رضی اللہ عنہ یا ابن امیہ ایک آدمی سے لڑ پڑے تو ان میں سے ایک نے دوسرے (کے ہاتھ) میں دانت گاڑ دیے، اس نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا اور اس کا سامنے والا ایک دانت نکال دیا۔۔ ابن مثنیٰ نے کہا: سامنے والے دو دانت۔۔ پھر وہ دونوں جھگڑالے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی (دوسرے کو) اس طرح (دانت) کاٹتا ہے جیسے سانڈ کاٹتا ہے؟ اس کی کوئی دیت نہیں ہے۔[47]

اس حدیث میں دو لوگوں کے درمیان جھگڑا کی صورت میں ایک دوسرے کا ہاتھ کاٹنے کے لیے منہ میں ڈالتا ہے جس کے جواب میں دوسرا اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے اس کے دانت گرا دیتا ہے اور پھر ہاتھ کاٹنے والا دانت گرانے والے سے اپنے دانت کی دیت کا مطالبہ کرتا ہے، اس اختلاف اور تنازع کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے فیصلہ سے حل فریا کہ سانڈ کی طرح ایک دوسرے کو کاٹنے کے معاملہ میں دانت گرنے پر کوئی دیت لاگو نہیں ہوگی گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اس فیصلہ کے ذریعے ان کے مابین تنازع کو ختم کر دیا۔

خلاصہ بحث

ایک انسان زندگی بسر کرتے ہوئے دوسرے انسان کے ساتھ مختلف المزاج، مختلف المذاہب، مختلف الطبائع ہونے کی وجہ سے اختلافات ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں صحابہ کرام علیہم السلام کے مابین اختلاف ہو جاتے تھے نبی کریم ﷺ ان کے اختلافات اور تنازعات کو حل کروانے کے مختلف اسلوب اور طریقے استعمال کرتے تھے کبھی نبی کریم ﷺ تنازعہ کے حل کے لیے حدود اللہ کے درست نفاذ کا فیصلہ فرماتے۔ کبھی جاہلیت کی موجود عادات کو ختم کرواتے، کبھی تنازعات حال کروانے کے لیے بنیادی قوانین اور اصول و ضوابط جاری فرماتے، کبھی تنازعہ حل کروانے کے لیے آپس میں احسان کا معاملہ کرنے کا حکم صادر فرماتے، کبھی کسی شخص کے احسانات کا تذکرہ کر کے اس کی اپنے ساتھ نسبت یاد دلوا کر تنازعہ اور اختلاف کو حل فرماتے، کبھی تنازعہ حل کرواتے ہوئے عدل و انصاف کا فیصلہ سماجو میں نہ آنے کی صورت میں یا ہٹ دھرمی کی صورت میں سختی سے حکم جاری فرماتے چنانچہ ان مذکورہ بالا تمام صورتوں کو مثالوں کے ذریعے واضح کر دیا گیا کہ جن میں نبی کریم ﷺ نے مختلف تنازعات کو عمدہ ترین اور صورت حال کے حساب سے حل فرمادیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ الحجرات49:10۔

Al-Ḥujrāt, 49:10

۲۔ الحجرات49:9۔

Al-Ḥujrāt, 49:9.

۳۔ الانفال8:46۔

Al-Anfāl,8:46.

۴۔ النساء4:59۔

Al-Nisā,4:59.

۵۔ الشوریٰ42:14۔

Al-Shūrā, 42:14.

۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، الرقم: 457۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H), Ḥadīth #: 457-

۷۔ الاعراف7:158۔

Al-A'rāf,7:158.

۸۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:4640۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy*' *Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 4640.

۹۔ النساء4:65۔

Al-Nisā,4:65.

۱۰۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:2360۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy*' *Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 2360.

۱۱۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:2053۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy*' *Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 2053.

۱۲۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:6843۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy*' *Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 6843.

۱۳۔ مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، س۔ن)، الرقم:1661۔

Muslim Bin Al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, (Baīrūt: Dār Iḥyā Al Turāth Al 'Arabī, S.N), Ḥadīth #:1661.

۱۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن** (الریاض: مکتبہ دارالسلام، 1998ء)، الرقم: 5153۔

Abū Da'ūd, Sulaīmān Bin Al-Ashʿath, *Al-Sunan* (Beīrūt: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah,2009), Ḥadīth #5153.

۱۵۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ** (بیروت:: دار إحیاء الکتب العربیۃ، س۔ن)، الرقم:2332۔

Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazīd, *Sunan Ibn Māja* (Beīrut: Dār al-Kitab Al-ʿarabīa, n.d.), Ḥadīth #2332.

۱۶۔ ابو داؤد، **السنن**، الرقم: 3515۔

Abū Da'ūd, *Al-Sunan*, Ḥadīth #3515.

۱۷۔ مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:1673۔

Muslim Bin Al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Ḥadīth #:1673.